OPEN ACCESS

Al-Marjān Research Journal

Open Access
Al-Marjān
Research Journal
ISSN(e): 3006-0370
ISSN(p): 3006-0362
al-marjan.com.pk

خصوصی شمارہ برائے "اجتہاد و اصولہ"

The need and importance of organizing collective ijtihad in Pakistan: A research and analytical study

پاکستان میں اجتماعی اجتہاد کو منظم کرنے کی ضرورت واہمیت: ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

Authors Details

1 .Dr. Muhammad Ahsan Ali
Visiting Lecturer, The Islamia University of Bahawalpur (IUB), Pakistan; Mufti, Jamia Misbah ul Uloom, Mailsi, Pakistan.
Email: ma5859574@gmail.com

Citation
Ali, Muhammad Ahsan. " The need and importance of organizing collective ijtihad in Pakistan: A research and analytical study “. "*Al-Marjān Research Journal* 4, no.1, Jan-Mar (2026): 71– 91.

Submission Timeline
Received: Jul 21, 2025
Revised: Otc 04, 2025
Accepted: Nov 07, 2025
Published Online: Jan 11, 2026

Article QR

Publication & Ethics Statement

Published by *Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan.*
© The Authors. No conflict of interest declared.
This is an open access article distributed under the terms of the **Creative Commons Attribution 4.0 International License (CC BY 4.0).**

Indexed & Abstracted In / Research Profiles

The need and importance of organizing collective ijtihad in Pakistan: A research and analytical study

پاکستان میں اجتماعی اجتہاد کو منظم کرنے کی ضرورت واہمیت: ایک تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر محمد احسان علی ☆

Abstract

This article examines the necessity and significance of organizing collective ijtihad in Pakistan in order to address contemporary challenges faced by Muslim societies. Islam, as a complete and final religion, possesses the capacity to guide humanity in every era. One of the fundamental reasons for this universality is the principle of ijtihad, through which solutions to newly emerging issues can be derived from the Qur'an and Sunnah in the light of the objectives of Shariah. In the modern world, rapid developments in various fields of life have created complex issues that can no longer be adequately resolved through individual ijtihad alone. Contemporary economic systems, bioethical questions, technological advancements, digital finance, and global social transformations require a collaborative approach in which scholars of Islamic jurisprudence, hadith, legal theory, and experts in modern disciplines collectively deliberate to derive appropriate rulings. In this context, collective ijtihad emerges as a reliable and effective mechanism that broadens scholarly insight and minimizes the possibility of individual error.The study also highlights the historical foundations of collective ijtihad, tracing its roots to the consultative practices of the Prophet Muhammad (peace be upon him), which were later continued by the Rightly Guided Caliphs and subsequent jurists. The scholarly circles of great jurists such as Imam Abu Hanifa further demonstrate the practical application of collaborative legal reasoning in Islamic intellectual history. Within the Pakistani context, the issue becomes even more significant due to the existence of multiple fatwa institutions, differences in legal opinions, limited engagement with contemporary disciplines, and an excessive reliance on transmitted rulings rather than renewed juristic analysis.The article concludes that establishing a structured and institutional framework for collective ijtihad in Pakistan can strengthen juristic research, provide comprehensive guidance on modern issues, and promote intellectual harmony within the Muslim community.

Keywords: Collective Ijtihad, Fiqh al-Nawāzil, Maqasid al-Shariah, Juristic Research, Islamic Law in Pakistan.

☆ ایم ایس اسکالر، اصول الدین، شعبہ حدیث، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، پاکستان۔

تعارفِ موضوع

دین اسلام آخری دین ہے اس لیے اس کی تعلیمات لازوال ہیں جیسے جیسے زمانہ گزر تا جائے گا ہزاروں تغیرات کے بعد بھی اسلام دور جدید سے مطابقت رکھتا نظر آئے گا جن لوگوں کا یہ نظریہ ہے کہ اسلام قدامت پسندی کا دین ہے جدید دور میں اس کی کوئی گنجائش نہیں حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگ تعلیمات اسلام سے پوری طرح واقف ہی نہیں ہیں۔ اسلام کے اندر ایسے اصول موجود ہیں جن کی وجہ سے اسلام کی تعلیمات دشوار نہیں اسلام پر عمل کرنے میں تکلفات سے نہیں گزرنا پڑتا یہ سارا اجتہاد ہی کی بدولت ہے اجتہاد اسلام کا حسن ہے اسی کے ذریعے سے اسلامی تعلیمات لازوال ہیں دراصل اجتہاد ہی کی وجہ سے قیامت تک ہر زمانے سے اسلام مطابقت رکھتا ہے۔ تکمیل دین کا معنیٰ بھی یہی ہیں کہ اس دین میں اللہ تعالی نے قواعد مقرر کر دیے ہیں شریعت کے اصول واضح کر دیے ہیں اور اجتہاد کے قوانین بتا دیے ہیں۔

"ھو التنصیص علی قواعد العقائد، والتوقیف علی اُصول الشرائع، و قوانین الاجتہاد لِإدراج حکم کل حادثۃ فی القرآن"[1]

لہذا تکمیل دین کا یہ معنی نہیں کہ ہر حادثہ جزئی کے بارے قرآن کریم میں حکم تفصیلا موجود ہو بلکہ قرآن کریم میں اجتہاد کے قوانین بیان کر دیے گئے ہیں اور شریعت کے اصول متعین کر دیے گئے ہیں جن سے قیامت تک کے مسائل حل کیے جا سکتے ہیں۔

اسی مفہوم کو امام شاطبی نے اپنے الفاظ میں اس انداز میں بیان کیا ہے کہ ہر ہر مسئلے پر علیحدہ سے نص ہونا ضروری نہیں ہے اور نہ ہی نئے پیدا ہونے والے مسائل میں لوگوں کو کھلی چھٹی دی جائے گی کہ وہ اپنی من مانی کریں اور اپنی خواہشات کے پیچھے چلیں بلکہ وہ شرعی اجتہاد کے پابند ہوں گے اگر وہ شرعی اجتہاد کے بغیر کوئی کاروائی کریں گے تو وہ نفسانی خواہش شمار کی جائے گی شریعت کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہو گا۔

"فلابد من حدوث وقائع لا تکون منصوصا علي حکمھا ولا یوجد للاولین فیھا اجتھاد وعند ذلک فاما ان یترک الناس فیھا مع اھوائھم اوینظر فیھا بغیر اجتھاد شرعي وھو ایضا اتباع للھواء وذلک کلہ فساد"[2]

اس دین کی حفاظت، ترویج اور ہر زمانے میں یکساں طور پر قابل عمل ہونا اجتہاد ہی مرہون منت ہے، کسی بھی زندہ نظامِ حیات کی بقا کا راز اس کے قانون اور معاشرتی تغیرات کے مابین ایک اٹوٹ رشتے میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ وقت کے تھپیڑے جب نئے سوالات کو جنم دیتے ہیں، تو یہ ریاست اور اس کے اداروں کا فرض ہوتا ہے کہ وہ قانون کی روح کو حالات کے قالب میں ڈھال کر زندگی کا توازن برقرار رکھیں۔ مگر افسوس! مسلم امہ پر استعماریت کے سائے کیا لہرائے کہ یہ جلا بخش روایت ہی دم توڑ گئی۔ وہ قضا جو کبھی حکمِ الٰہی کو نافذ کرنے والی ایک توانا قوت تھی، محض 'فتویٰ' کی ایک کمزور سی صدا بن کر رہ گئی۔ اجتماعی نظام کی جگہ انفرادی مصلحتوں نے لے لی اور شریعت کی ہمہ گیری ایک اختیاری عمل کی اوڑھنی اوڑھ کر گوشہ نشین ہو گئی۔ اس جبری تنزل نے اجتہاد کے اس روشن چشمے کو گدلا کر دیا جو کبھی معاشرے کی پیاس بجھایا کرتا تھا۔

[1] Al-Taftāzānī, Saʿd al-Dīn Masʿūd ibn ʿUmar, Al-Talwīḥ ʿalā al-Tawḍīḥ li-Matn al-Tanqīḥ fī Uṣūl al-Fiqh, Miṣr: Maṭbaʿat Muḥammad ʿAlī Ṣabīḥ wa-Awlādih bi-al-Azhar, 1377 AH, 2/99

[2] Al-Shāṭibī, Ibrāhīm ibn Mūsā, Al-Muwāfaqāt fī Uṣūl al-Sharʿ, Beirut: Dār al-Maʿrifah, 1997 CE, 4/104

یوں، اجتماعی مسائل کے حل کا وہ مربوط اور ہمہ گیر نظام منتشر ہو گیا، جس کی جگہ اب انفرادیت کی محدود سوچ اور بکھرے ہوئے فکری رویوں نے لے لی ہے۔

ضرورت واہمیت:

تاریخ کے جھروکوں سے جھانکیں تو اجتہاد اپنی اصل میں ایک انفرادی جوہر اور شخصی بصیرت کا آئینہ دار رہا ہے، مگر زمانے کی کروٹوں نے بارہا ایسے تلاطم پیدا کیے جہاں تنہا فکر کی ناؤ کا پار اترنا دشوار ٹھہرا اور اجتماعی دانش کی ضرورت ناگزیر ہو گئی۔ آج کا دور، جو معلومات کے سیلِ رواں اور علوم کی چکاچوند سے عبارت ہے، جہاں ایک طرف علم کی وسعتیں ہر کس و ناکس کی دسترس میں ہیں، وہیں دوسری طرف ہر فن کی شاخیں اس قدر پھیل چکی ہیں کہ ایک ہی گلستاں کا ہر پھول چننا کسی ایک دیدہ ور کے بس کی بات نہیں رہی۔

موجودہ عہد کا المیہ یہ ہے کہ انسان ایک شعبے کا شناور تو بن سکتا ہے، مگر بحرِ علوم کا مکمل غواص بننا اب جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ اسی ضرورتِ وقت نے 'تجزیٔ اجتہاد' (اجتہاد کی تقسیم) کے تصور کو جنم دیا؛ یعنی وہ ماہرین جو اپنے مخصوص فن کے تو امام ہیں، مگر زندگی کے ہر گوشے میں مقتدیٰ نہیں ٹھہر سکتے۔ اگرچہ فقہا کی محفلوں میں اس کے جواز و عدم جواز پر بحث کے چراغ روشن رہے، لیکن وقت کی پکار یہی ہے کہ اکثر اہلِ نظر نے اسے قبولیت کی ردا پہنا دی ہے، تاکہ علم کی بکھری ہوئی کرچیاں مل کر ایک روشن حقیقت بن سکیں۔

علماء کے پیشِ نظر یہ اندیشہ ہمیشہ سے رہا ہے کہ شریعت کے احکام اور فقہ کی گتھیاں ایک ایسی مالا کے موتی ہیں جو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیے جا سکتے۔ ان کا گمان تھا کہ اگر اجتہاد کا شہسوار تمام شرعی علوم پر مکمل دسترس نہ رکھے، تو اس کی فکری لغزش پورے نظامِ استدلال کو متزلزل کر سکتی ہے۔ مگر وقت کی بساط پر بچھے ہوئے عہدِ حاضر کے حیرت انگیز انکشافات، معاشی تلاطم اور سیاسی تغیرات نے زندگی کو ایک ایسی پیچیدہ پہیلی بنا دیا ہے جس کا حل کسی ایک ذہن کی قید میں نہیں۔

آج کے اس پُرپیچ دور میں، کسی مخصوص فن کے ماہر کی بصیرت ہی اس شعبے کے اندھیروں میں چراغ جلا سکتی ہے۔ بشرطیکہ وہ اجتہاد کے اساسی سرچشموں سے سیراب ہو، اس کے لیے یہ لازم نہیں کہ وہ کائنات کے ہر علم کا محیط ہو یا زندگی کے ہر گوشے میں مجتہدانہ منصب پر فائز ہو۔ 'تجزیٔ اجتہاد' کے ان گوشوں کو صیقل کرنے اور اسے ہر خاص و عام کے لیے معتبر بنانے کا واحد راستہ 'اجتماعی اجتہاد' کی شاہراہ سے گزرتا ہے۔ خوش آئند بات یہ ہے کہ بہت سے اسلامی ممالک میں اس مشترکہ فکر کے پودے لگائے جا چکے ہیں، جہاں انفرادی ذہانتیں مل کر ایک ایسی شمع روشن کر رہی ہیں جو عصرِ حاضر کے تاریک مسائل کا مداوا بن سکے۔

چونکہ انسانی فکر کے لیے علم کے تمام آفاق کو چھو لینا ناممکن کی حد تک دشوار ہے، اس لیے 'اجتماعی اجتہاد' کا سب سے بڑا اعجاز یہی ہے کہ یہ انفرادی کوتاہیوں کے لیے تلافی کا سامان اور بصیرت کے لیے جلا بن جاتا ہے۔ جب مختلف فنون کے شہسوار ایک ہی مجلس میں ہمکلام ہوتے ہیں، تو فکر کے بند کواڑ کھلنے لگتے ہیں اور ذہن میں وسعت کی وہ کہکشاں ابھرتی ہے جو تنہا سوچ کے بس میں نہیں۔ بحث و مباحثہ کے تپتے ہوئے الاؤ سے گزر کر جب دلائل کندن بنتے ہیں، تو ان کی قوت اور ضعف کا فرق خود بخود عیاں ہو جاتا ہے۔ یوں، مسائل کے ان گنت حل سامنے آتے ہیں جن میں سے مقاصدِ شریعت اور اسلامی روح کے قریب ترین گوہر کو چننا سہل ہو جاتا ہے۔

یہ حقیقت بھی پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ اجتماعی غور و فکر کا یہ قرینہ کوئی جدید ایجاد نہیں، بلکہ اس کی خوشبو تو عہدِ نبوت کے گلستاں سے پھوٹی ہے۔ خود رسالت مآب ﷺ نے مشورہ کی وہ شمع روشن کی جس کی روشنی میں خلفائے راشدین نے نظامِ خلافت کی منزلیں طے کیں۔ ائمہ مجتہدین کی

علمی محفلیں بھی اسی فکری ہم آہنگی کا مظہر تھیں۔ آج کا دور اگرچہ پیچیدہ ہے، مگر اس کا مداوا اسی قدیم اسلوب کی نئی جہتوں میں پوشیدہ ہے، جو علمی پختگی اور عصری تقاضوں کے درمیان ایک حسین سنگم کی صورت موجود ہے۔

عصرِ حاضر کی بساط پر حالات جس تیزی سے اپنی چالیں بدل رہے ہیں، وہ اس امر کا تقاضا کرتے ہیں کہ ہر ابھرتے ہوئے مسئلے کا رُخ محض ایک زاویے سے نہیں، بلکہ بصیرت کے تمام گوشوں سے دیکھا جائے۔ وقت کی یہ تلاطم خیز موجیں کسی ایک تنہا کشتی راں کے بس میں نہیں، اس لیے آج یہ ناگزیر ہو چکا ہے کہ مختلف فنون کے شہسوار اور دانش کے پیکر ایک ہی مرکز پر یکجا ہوں، تاکہ زمانے کے بدلتے ہوئے تقاضوں کو اجتہاد کے روشن چراغوں سے منور کیا جا سکے۔

آج کا دور جہاں معلومات کا سمندر ہے، وہیں یہ مسلکی حصاروں، سیاسی تعصبات اور فکری زنجیروں میں بھی جکڑا ہوا ہے۔ ایسے کٹھن حالات میں کسی فردِ واحد کی آواز تلاطم میں کھو سکتی ہے اور مخالفت کی آندھیوں کا شکار ہو سکتی ہے، مگر جب وہی صدا کسی 'اجتماعی اجتہادی ادارے' کے ایوان سے گونجتی ہے، تو وہ معتبریت کی ردا پہن لیتی ہے۔ بے یقینی کے اس موسم میں جہاں انفرادی اعتبار کے پودے مرجھا رہے ہیں، وہاں تحقیق کے تپتے ہوئے صحرا میں گروہی اجتہاد کی چھاؤں ہی وہ واحد پناہ گاہ ہے جس پر خلقِ خدا کا اعتماد پختہ اور یقین کامل ہو سکتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ انسانی فکر کبھی خطا سے مبرا نہیں رہی، اجتہاد کے سفر میں جہاں صحت و درستی کی منزلیں آتی ہیں، وہاں لغزشِ قدم کا امکان بھی ہمزاد رہتا ہے۔ مگر 'اجتماعی اجتہاد' وہ محفوظ حصار ہے جہاں صحت کے امکانات کو غلبہ حاصل ہوتا ہے اور اس پر نبویؐ بشارتوں کا سایہ رہتا ہے۔ وہ نورانی فرمان کہ 'میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی' اور 'جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے'، دراصل اسی اجتماعی دانش کی ضمانت ہیں جو انفرادی ٹھوکروں سے بچاتی ہے۔

اجتہاد کے نام پر 'آزاد خیالی' کے جن خدشات نے کبھی اہلِ نظر کو فکر مند کیا تھا، ان کا واحد علاج بھی اسی مشترکہ غور و فکر میں پوشیدہ ہے۔ یہ نہ صرف فکری جمود کے جمے ہوئے برف کو پگھلانے کا ذریعہ ہے، بلکہ شریعت کی حدود سے تجاوز کرنے والے ہر غلط راستے پر آہنی دیوار بھی ہے۔ ماضی میں اجتہاد کی حوصلہ شکنی اس خوف سے کی گئی تھی کہ کہیں دین کی اصل صورت مسخ نہ ہو جائے، مگر آج صورتحال یہ ہے کہ میدانِ اجتہاد کو خالی پا کر مصلحت پسند اور آزاد خیال عناصر اپنی باطل فکر سے نوجوان نسل کے ایمان پر شب خون مار رہے ہیں۔ ان فتنوں کے سامنے بند باندھنا اب صرف اجتماعی اجتہاد کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

خوش قسمتی سے، عصرِ حاضر کے وسائلِ تحقیق نے علم کی کٹھن راہوں کو سہل بنا دیا ہے۔ جیسا کہ علامہ شوکانیؒ نے رقم فرمایا کہ اللہ نے متاخرین کے لیے اجتہاد کے جو وافر سامان مہیا کیے، وہ متقدمین کو میسر نہ تھے۔ اسلاف کو تو ایک حدیث کی جستجو میں صحرا نوردی کرنی پڑتی تھی، مگر آج علومِ دین مدون شکل میں ہماری انگلیوں کی پوروں پر ہیں۔ جب ان سہولیات کے سائے میں مختلف اذہانِ رسا مل کر محنت کریں گے، تو تحقیق کے وہ ثمرات بر آمد ہوں گے جو امت کی تقدیر بدلنے کا ہنر جانتے ہیں۔ اجتماعی اجتہاد کا ایک روشن پہلو یہ بھی ہے کہ اس کی کوکھ سے وہ 'متفقہ موقف' جنم لیتا ہے جو امتِ مسلمہ کو بکھرنے سے بچا لیتا ہے۔ جب علمائے حق کی ایک توانا آواز بلند ہوتی ہے، تو تضادِ فتاویٰ کے وہ بادل چھٹ جاتے ہیں جو عامۃ الناس کو ذہنی انتشار اور فکری خلفشار کی وادیوں میں بھٹکانے کا سبب بنتے ہیں۔

آج کے اس ڈیجیٹل دور میں جہاں ذرائع ابلاغ نے ہر گھر میں دستک دی ہے، وہیں ایک نیا فتنہ بھی سر اٹھا رہا ہے۔ وہ لوگ جو فقہ کی ابجد سے بھی ناواقف ہیں، وہ تحقیق کے نام پر 'خود رائی' کا شکار ہو رہے ہیں۔ انٹرنیٹ، ٹی وی اور سوشل میڈیا کے بے لگام گھوڑوں پر سوار ہو کر یہ مصلحت پسند عناصر ان بوسیدہ، متروک اور گمراہ کن فتاویٰ کو دوبارہ زندگی دے رہے ہیں جو صدیوں پہلے تاریخ کے گرد و غبار میں دفن ہو چکے تھے۔

:۔ جدید معاشی نظام اور پیچیدہ لین دین۱

پرانے دور میں تجارت آمنے سامنے ہوتی تھی، مگر آج کا معاشی ڈھانچہ "اعتباری" اور "ڈیجیٹل" ہو چکا ہے۔

انفلیشن اور کرنسی کی قدر (Inflation & Currency Valuation):

اگر کسی نے بیس سال پہلے قرض لیا ہو، تو کیا آج وہ اتنی ہی رقم واپس کرے گا یا روپے کی گرتی ہوئی قدر (Purchasing Power) کا حساب لگا کر ادائیگی ہوگی؟ اس مسئلے پر انفرادی رائے کے بجائے عالمی سطح پر ماہرین معاشیات اور فقہا کا متفقہ فیصلہ ضروری ہے۔

آن لائن فاریکس ٹریڈنگ:

عالمی منڈیوں میں سیکنڈز کے حساب سے ہونے والی کرنسیوں کی خرید و فروخت، جہاں قبضہ (Qabza) مادی نہیں بلکہ ڈیجیٹل ہوتا ہے۔ اس میں 'بیع سلم' اور 'بیع صرف' کے اصولوں کی نئی تشریح درکار ہے۔

بیمہ اور تکافل (Insurance & Takaful):

کیا جدید انشورنس محض جوا (Qimar) ہے یا یہ باہمی تعاون کا ایک جدید انتظامی ڈھانچہ ہے؟ اجتماعی اجتہاد کے ذریعے ہی ایسا ماڈل وضع کیا جا سکتا ہے جو شرعی بھی ہو اور معاشی طور پر مستحکم بھی۔

(Bio-Ethics) ۔ حیاتیاتی اخلاقیات اور جینیاتی سائنس۲

یہ وہ میدان ہے جہاں انسانی مداخلت "تخلیقِ خداوندی" کے قریب پہنچتی نظر آتی ہے، جس کے دور رس اثرات ہیں۔

جین ایڈیٹنگ (CRISPR):

کیا انسان اپنی آنے والی نسلوں کی بیماریوں کو ختم کرنے کے لیے ان کے ڈی این اے (DNA) میں تبدیلی کر سکتا ہے؟ اگر یہ جائز ہے تو اس کی حد کیا ہوگی؟ کیا قد، رنگ اور ذہانت کے لیے تبدیلی کرنا 'تغییرِ لخلق اللہ' (اللہ کی تخلیق میں تبدیلی) کے زمرے میں آئے گا؟

موت کی کشمکش اور ایوتھینیشیا (Euthanasia):

ایسے مریض جو ناقابلِ علاج تکلیف میں ہوں، کیا انہیں زندگی بچانے والی ادویات سے محروم کرنا یا 'رحم دلانہ موت' دینا جائز ہے؟ اس میں ڈاکٹروں کی طبی شہادت اور فقہا کی انسانی جان کی حرمت پر بحث مل کر ہی کوئی راستہ نکال سکتی ہے۔

رحمِ مادر کے کرائے داری (Surrogacy):

جب بیج میاں بیوی کا ہو مگر پرورش کسی دوسری عورت کے رحم میں ہو، تو بچے کا نسب اور وراثت کس سے منسوب ہوگی؟ یہ وہ پیچیدہ سماجی و شرعی سوال ہے جس کا حل اجتماعی دانش مانگتا ہے۔

۔ ٹیکنالوجی، اے آئی اور ڈیجیٹل وجود۳

ہم ایک ایسی دنیا کی طرف بڑھ رہے ہیں جہاں 'انسانی شعور' کا مقابلہ 'مصنوعی ذہانت' سے ہے۔

میٹاورس اور ورچوئل دنیا:

اگر کوئی شخص ورچوئل دنیا میں حج کرے یا وہاں مسجد بنائے، تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟ کیا ورچوئل اثاثوں پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟

سوشل میڈیااور غیبت وبہتان:

ڈیجیٹل دور میں 'قذف'(بہتان) اور 'تجسس'(جاسوسی) کی نئی شکلیں پیدا ہو چکی ہیں۔ کیا کسی کی نجی چیٹ لیک کرنا یا ہیکنگ کرنا 'حقِ رازداری' کی خلاف ورزی کے ساتھ ساتھ شرعی جرم بھی ہے؟

ڈیپ فیک(Deepfake):

مصنوعی ذہانت سے کسی کی شکل اور آواز بدل کر ویڈیو بنانا؛ اس صورت میں عدالتی شہادت(Evidence) کی معتبریت کا معیار کیا ہوگا؟

۴۔ ماحولیات اور عالمی سماجیات

کلائمیٹ چینج(Climate Change):

کیا کرۂ ارض کو نقصان پہنچانا، ضرورت سے زیادہ کاربن پیدا کرنا یا پانی کا زیاں 'فساد فی الارض' کی تعریف میں آتا ہے؟ کیا ریاست اس پر شرعی جرمانے عائد کر سکتی ہے؟

بین الاقوامی شہریت اور سرحدیں:

پاسپورٹ، ویزا اور ہجرت کے جدید قوانین؛ کیا ایک مسلمان ملک کا دوسرے مسلمان ملک کے باشندے کو ویزا نہ دینا 'اخوتِ اسلامی' کے منافی ہے؟ ایسی صورتحال میں، جہاں نام نہاد دانشوروں کی 'ریسرچ' ایمان کی بنیادیں کھوکھلی کر رہی ہو، وہاں صرف 'اجتماعی اجتہاد' ہی وہ مستحکم اور قابلِ اعتماد قلعہ ہے جس کی فصیلوں سے حق کی روشنی پھوٹتی ہے۔ جب پختہ کار فقہا شریعت کے ابدی اصولوں کی روشنی میں عصرِ حاضر کے مسائل کا حل پیش کریں گے، تو باطل کے پھیلائے ہوئے ان تاریک مغالطوں سے چھٹکارا پانا نہ صرف ممکن بلکہ یقینی ہو جائے گا۔

تعارف:

اجتماعی اجتہاد کے مختلف علماء نے مختلف انداز میں تعریف کی ہیں لیکن ان سب تعریفات کا مدعا ایک ہی ہے ہاں کچھ علماء نے کچھ قیود ات کا اضافہ کیا ہے ان تعریفات میں سے مشہور تعریف پیش خدمت ہے:

"الاجتهاد الجماعي هو استفراغ أغلب الفقهاء الجهد لتحصيل ظن بحكم شرعي بطريق الاستنباط، واتفاقهم جميعا أو أغلبهم على الحكم بعد التشاور"[3]

(اجتماعی اجتہاد سے مراد یہ ہے کہ فقہا کی ایک بڑی جماعت (اکثریت) کسی شرعی حکم کو قرآن و سنت سے اخذ کرنے کے لیے اپنی پوری علمی کوشش صرف کر دے، اور پھر باہمی مشاورت کے بعد تمام فقہا یا ان کی اکثریت اس حکم پر متفق ہو جائے۔)

[3] Al-Sharfī, ʿAbd al-Ḥamīd al-Sūsawah, Al-Ijtihād al-Jamāʿī fī al-Tashrīʿ al-Islāmī, Qatar: Wizārat al-Awqāf, 1998 CE, 46

عظیم مصری فقیہ ڈاکٹر وھبہ زحیلی اسی سے ملتی جلتی ایک تعریف ان الفاظ کے ذریعے سے کرتے ہیں:

"واماالاجتهاد الجماعی فهو اتفاق مجموعة من العلماء علی حکم شرعی فی بعض المسائل الظنية بعد النظر والتامل فی البحوث المقدمة والآراء المعروضة فی موسسة او مجمع"[4]

(رہا اجتماعی اجتہاد، تو وہ کسی علمی ادارے یا اکیڈمی میں پیش کردہ تحقیقی مقالات اور علماء کے افکار و آراء پر گہرے غور وخوض اور طویل بحث و مباحثے کے بعد، بعض ظنی مسائل کے شرعی حکم پر علماء کی ایک جماعت کے اتفاقِ رائے کا نام ہے۔)

اس تعریف میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ اجتماعی اجتہاد صرف مسائل ظنیہ میں ہوگا مسائل قطعیہ میں نہیں ہوگا۔اس اجتہاد کو ادارہ جاتی اجتہاد بھی کہا جاتا ہے اور ایسے آزادانہ افکار پر مشتمل اجتماعی اجتہاد کو ڈاکٹر محمود احمد غازی نے کاسموپولیٹین کا نام دیا ہے۔

تاریخی تسلسل:

اجتماعی اجتہاد کوئی نیا سلسلہ نہیں یہ تاریخی ورثہ ہے خود آپ ﷺ نے تعلیم امت کے لیے کئی مقامات پر اجتماعی اجتہاد سکھایا پھر خلفائے راشدین نے وسیع پیمانے پر اجتماعی اجتہاد کی بنیاد رکھی پھر ان کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس پر سب سے نمایاں کام کیا جس کی انتہاء امام ابو حنیفہ کے اجتماعی اجتہاد پر ہوئی۔ابن مفلح نے الآداب الشریعہ نامی کتاب میں شریعت کے آداب لکھے ایک پوری فصل اس عنوان پر لکھی کہ تمام امور میں باہمی مشاورت ضروری ہے، معتمد، ثقہ، صاحب الرائے کو قبول کیا جائے گا۔ابن عیینہ اور امام حسن بصری کا یہی قول ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے نبی کو مشاورت کے لیے اس لیے پابند کیا تاکہ بعد والوں کے لیے یہ سنت بن جائے:

"ليستن به من بعده"[5]

آپ ﷺ نے غزوہ بدر میں کئی معاملات میں صحابہ کرام سے مشورہ لیا اسی طرح غزوہ احد میں پھر غزوہ خندق میں پھر غزوہ حنین کے قیدیوں کی واپسی کے حوالے سے بھی اجتماعی اجتہاد کا اہتمام فرمایا۔حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ کو وحی ہونے کی وجہ سے اجتماعی اجتہاد کی قطعا ضرورت نہ تھی لیکن آپ نے تعلیم امت کے لیے صحابہ کرام کو اس طرح کا اجتہاد سکھایا۔بلکہ آپ ﷺ نے خود اجتماعی اجتہاد کی ترغیب دی چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے اسی حوالے سے ایک سوال کیا۔

[4] Al-Zuḥaylī, Wahbah, Al-Ijtihād al-Jamāʿī, Islamabad: Al-Dirāsāt al-Islāmiyyah, 1426 AH, 13

[5] Ibn Mufliḥ, Muḥammad ibn Muṣliḥ al-Maqdisī, Al-Ādāb al-Sharʿiyyah, Beirut: Muʾassasat al-Risālah, 1999 CE, 1/344

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:

" قلت یارسول اللہ اِن نزل بنا أمر لیس فیہ بیان أمر ولا نھي، فما تأمرنا؟ قال: شاوروا الفقھاء والعابدین ولا تمضوا فیہ خاصۃ۔"[6]

(یارسول اللہ! اگر ہمیں کوئی ایسا معاملہ درپیش ہو جس کے بارے میں (قرآن و سنت میں) واضح طور پر کوئی امر یا نہی (حکم) موجود نہ ہو، تو آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ایسے معاملے میں (دین کی سمجھ رکھنے والے) فقہا اور (تقویٰ رکھنے والے) عابدین سے مشورہ کرو، اور اس میں کسی ایک شخص کی رائے پر فیصلہ نہ کرو۔)

اس کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے بھی یہی طریقہ جاری رکھا چنانچہ آپ کے پاس جب بھی کوئی نیا مسئلہ آتا تو آپ فقہا کو جمع کرتے اور اس مسئلے میں غور وخوض کا حکم دیتے اور پھر جس رائے پر لوگ متفق ہو جاتے اسی کا انتخاب کرتے ہیں چنانچہ امام دارمی اسی حوالے سے ایک حدیث لائے ہیں:

"میمون بن مہران سے مروی ہے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی جھگڑا آتا تو قرآن پاک کی طرف رجوع کرتے، اور اس کا حل اس میں پاتے تو اسی کے مطابق فیصلہ کر دیتے، اور اگر وہ معاملہ کتاب الہی میں نہ ملتا اور انہیں رسول اللہ ﷺ سے اس معاملے میں کوئی علم ہوتا تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے، اور اگر خود کچھ یاد نہ آتا تو نکل کھڑے ہوتے اور دیگر صحابہ کرام سے کہتے میرے پاس ایسا ایسا معاملہ آیا ہے، کیا تمہیں رسول اللہ ﷺ سے اس معاملے کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟ تو کبھی تو کچھ لوگ بالاجماع نبی کریم ﷺ سے اس سلسلے کا فیصلہ بتا دیتے۔ اس پر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کہتے: اس ذات کا شکر ہے جس نے ہم میں سے ایسے لوگ پیدا کئے جو اپنے نبی ﷺ کے ارشادات کو یاد رکھتے ہیں، اور اگر ان کے پاس بھی کوئی سنت رسول نہیں ملتی تو چنیدہ بزرگ اشخاص کو جمع کر کے ان سے مشورہ کرتے اور جس امر پر سب کا اتفاق ہوتا اسی کے مطابق فیصلہ صادر کر دیتے۔"[7]

اسی طرح حضرت فاروق اعظم کا بھی یہی عمل تھا۔

"عہد فاروقی میں جب بھی کوئی نیا حل طلب مسئلہ سامنے آتا جس کے بارے میں قرآن وسنت میں کوئی حکم منصوص نہ ہوتا تو وہ نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کو جمع کرتے اور ان سے مشاورت کر جاتے۔"[8]

بلکہ یہ تمام خلفائے راشدین اور آپ ﷺ کے بعد کے خلفاء وامراء کا طریقہ تھا، جیسا کہ بخاری شریف کے اس روایت سے واضح ہوتا ہے۔

[6] Al-Muttaqī al-Hindī, ʿAlī ibn Ḥusām al-Dīn, Kanz al-ʿUmmāl fī Sunan al-Aqwāl wa-al-Afʿāl, Beirut: Dār Ibn Ḥazm, 1990 CE, ḥadīth no. 4188

[7] Al-Dārimī, ʿAbd Allāh ibn ʿAbd al-Raḥmān al-Samarqandī, Sunan al-Dārimī, Lahore: Maktabah Raḥmāniyyah, 1420 AH, Bāb al-Futyā wa-mā fīhi min al-Shiddah, ḥadīth no. 161

[8] Ibn al-Qayyim, Muḥammad ibn Abī Bakr, Iʿlām al-Muwaqqiʿīn ʿan Rabb al-ʿĀlamīn, Cairo: Al-Maktabah al-Tijāriyyah al-Kubrā, 1955 CE, 1/84

"نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد جتنے امام اور خلیفہ ہوئے وہ ایماندار لوگوں سے اور عالموں سے مباح کاموں میں مشورہ لیا کرتے تاکہ جو کام آسان ہو اس کو اختیار کریں پھر جب ان کو قرآن اور حدیث کا حکم مل جاتا تو اس کے خلاف کسی کی نہ سنتے کیونکہ نبی کریم ﷺ کی پیروی سب پر مقدم ہے اور عمر رضی اللہ عنہ جہاں اللہ کی کتاب کا کوئی حکم سنتے بس ٹھہر جاتے اس کے موافق عمل کرتے اس کے خلاف کسی کا مشورہ نہ سنتے"[9]

صدر اول سے ہی صحابہ کرام اس پر کاربند تھے اور اجتماعی طور پر نئے مسائل کے حل کے لیے ان کی علمی نشستیں منعقد ہوا کرتی تھیں جیسا کہ امام دارمی فرماتے ہیں

"مسیب بن رافع نے کہا کہ جب لوگوں کو کوئی ایسا مسئلہ پیش آتا جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی اثر منقول نہیں ہوتا تو اس کے لئے سب جمع ہوتے اور اجماع قائم ہوتا اور حق وہی ہے جو ان کی رائے ہوتی، حق وہی ہے جس پر انہوں نے اجماع کیا۔"[10]

پھر اس طریقے پر سب سے زیادہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کاربند رہے، انہوں نے فقہاء سبعہ کی باقاعدہ کمیٹی بنادی کچھ اور حضرات کو بھی اس میں شامل کر لیا لیکن ان سات فقہاء کو مستقل طور پر اس کمیٹی میں رکھا۔

"حضرت عمر بن عبد العزیز کے امارت مدینہ کے عہد میں اجتماعی اجتہاد زیادہ منظم شکل اختیار کر گیا تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے مدینہ کے دس ممتاز فقہاء پر ایک مجلس تشکیل دی تھی جس سے آپ ہر شرعی مسئلے پر مشورہ کرتے تھے۔ اس مجلس میں عروہ بن زبیر، عبد اللہ بن عبد اللہ، ابو بکر بن عبد الرحمن، ابو بکر بن سلیمان، سلیمان بن یسار، قاسم بن محمد، سالم بن عبد اللہ، عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عامر اور خارجہ بن زید شامل تھے۔"[11]

امام سرخسی اسی حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں:

کہ جب صحابہ کرام نے فقہ شورائی کو ترویج دی ہے تو پھر قاضی کے لیے بھی یہ مناسب ہے اگرچہ وہ عالم ہی کیوں نہ ہو دیگر علماء سے مشورہ کریں جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ حضرت علی سے حضرت زید بن ثابت سے اور ابی بن کعب سے مشورہ کرتے تھے اور پھر جس پر یہ متفق ہوتے وہی فیصلہ صادر فرما دیتے تھے۔

"ينبغي للقاضي وإن كان عالماً أن لا يدع مشاورة العلماء، وقد كان رسول الله صلى الله عليه وسلم أكثر الناس مشاورة لأصحابه رضي الله عنهم يستشيرهم حتى في قوت أهله وإدامهم.. وكان عمر رضي الله عنه يستشير الصحابة رضوان الله عليهم مع فقهه حتى كان إذا رفعت إليه حادثة قال: ادعوا لي علياً وادعوا لي زيد بن ثابت وأبي كعب رضي الله عنهم فكان يستشيرهم ثم يفصل بما اتفقوا عليه"[12]

[9] Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Beirut: Dār Ṣādir, 1988 CE, Kitāb al-Iʿtiṣām bi-al-Kitāb wa-al-Sunnah, ḥadīth no. 7369
[10] Al-Dārimī, ʿAbd Allāh ibn ʿAbd al-Raḥmān al-Samarqandī, Sunan al-Dārimī, Lahore: Maktabah Raḥmāniyyah, 1420 AH, ḥadīth no. 115
[11] Bābarī, Zakariyyā, Al-Ijtihād fī al-Sharīʿah al-Islāmiyyah, Riyadh: Dār Ibn Taymiyyah, s.n., 148
[12] Al-Sarakhsī, Muḥammad ibn Abī Sahl, Al-Mabsūṭ, Miṣr: Dār al-Fawāʾid, 1999 CE, 9/139

پھر یہ سلسلہ امام ابو حنیفہ نے قائم رکھا اور آپ کے اس سلسلہ کو بہت زیادہ شہرت حاصل ہوئی اللہ تعالی نے اس میں برکت عطا فرمائی اور اسی کی بدولت سب سے پہلے شریعت کے قوانین مقرر کیے گئے مسائل کے لیے اصول بنائے گئے ابواب بندی کی گئی مختلف مسائل کے نظائر تلاش کیے گئے اور فرضی مسائل کے حل ہونے کا سلسلہ بھی چل پڑا کیونکہ یہ کام بہت وسیع تھا اس لیے آج تک اس کی نظیر نہیں مل سکی اور اس جیسا کام ہو بھی نہیں۔

مجلس شوری کا قیام:

مشہور مصری محقق استاد ابو زہرہ لکھتے ہیں:

فقہ کی تدوین کے لیے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مجلس شوری قائم کی تھی وہ ان اجتہادی کوششوں میں تنہا کام نہیں کر رہے تھے بلکہ ان سے یہ قدم اللہ تعالی، نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں کی خیر خواہی کی بنیاد پر تھا اس مجلس شوری میں ایک ایک مسئلے کو پیش کیا جاتا تھا جب ہر مسئلے کے تمام پہلوؤں پر غور و فکر کرنے کے بعد امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی رائے بھی بیان کرتے اور شاگردوں کی آراء بھی سنتے جب سب ایک ہی قول پر متفق ہو جاتے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اسے اصول میں درج کر دیتے تھے۔ آخر کار تمام اصول جمع ہو گئے اس طرز عمل کی بناء پر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگردوں کا مسلک تدوین عمل میں آیا پھر ان کے بعد ان کے ساتھیوں نے اس کی نشر و اشاعت کی طرف توجہ مبذول کی۔[13]

تجزؤ الاجتہاد:

اجتماعی اجتہاد میں ضروری نہیں ہے کہ ہر شخص تمام ابواب پر مہارت رکھتا ہو بلکہ اس اجتہاد میں وہ حضرات بھی شریک ہو سکتے ہیں جو کسی خاص بات میں مہارت رکھتے ہوں، اگرچہ فقہائے احناف نے اس حوالے سے مستقل طور پر کوئی موقف اختیار نہیں کیا تاہم عملی طور پر فقہاء کی عبارت سے یہی واضح ہوتا ہے کہ اس طرح سے کرنا جائز ہے۔ فقہ کے بے شمار مسائل میں فقہاء فرما رہے ہوتے ہیں کہ یہ مسئلہ طبی ہے علماء طب کی طرف رجوع کیا جائے یا یہ مسئلہ تجار کی اصطلاحات سے تعلق رکھتا ہے ان کی طرف رجوع کیا جائے یا اس کام کے ماہرین سے رائے طلب کی جائے۔

چنانچہ امام رازی اسی حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں:

"الحق انہ یجوز ان تحصل صفة الاجتهاد في فن دون فن بل في مسألة دون مسألة خلافا لبعضهم"[14]

(حق یہ ہے کہ صفت الاد کا حصول جائز مانا جائے ایک فن میں نہ کہ دوسرے فن میں بلکہ ایک مسئلہ میں نہ کہ دوسرے مسئلہ میں ہاں بعض حضرات کو اس سے اختلاف ہے۔)

موجودہ دور چونکہ تخصصات کا دور ہے اس لیے ہر فن کے ماہرین کو اس فن میں شامل کیا جا سکتا ہے اگرچہ دوسرے فن سے انہیں کچھ تعلق نہ بھی ہو۔ اسی طرح امام زرکشی نے بھی یہی موقف اختیار کیا ہے کہ فقہا کے نزدیک کسی خاص مسئلہ میں کسی ماہر کو شامل کیا جا سکتا ہے اگرچہ باقی معاملات میں اس کی اجتہادی بصیرت سرے سے ہو موجود ہی نہ ہو۔

[13] Abū Zahrah, Muḥammad, Imām-e-Aʿẓam, tarjama: Wāris ʿAlī Naʿīmī, Lahore: Shabīr Brothers, 2007 CE, 326

Al-Rāzī, Fakhr al-Dīn Muḥammad ibn ʿUmar, Al-Maḥṣūl fī ʿIlm al-Uṣūl, Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1409 AH, 195

"وكلا مهم يقتضي تخصيص الخلاف بما اذا عرف بابا دون باب اما مسالة دون مسالة فلا يتجزء قطعا"[15]

لہذا مخصوص فن کے ماہرین کو اگرچہ ان میں مطلقا اجتہادی بصیرت نہ بھی ہو صرف ایک مسئلہ میں ہی اجتہادی بصیرت ہو تب بھی ان کو ایک اجتماع اجتہادی نے شامل کیا جاسکتا ہے خود حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا طریقہ بھی یہی تھا۔

"وكان عمر بن الخطاب رضي الله عنه يستشير في الأمر حتى إن كان ربما استشار المرأة فابصر في رأيها فضلاً"[16]

(اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا معمول یہ تھا کہ وہ (پیش آمدہ) معاملات میں کثرت سے مشورہ فرماتے تھے یہاں تک کہ بعض اوقات کسی خاتون سے بھی مشورہ لیتے اور اگر ان کی رائے میں کوئی فضیلت یا برتری پاتے تو اسے (بخوشی) قبول فرمالیتے۔)

اس کی مثال یوں بھی پیش کی جاسکتی ہے کہ حلال و حرام کے سب سے بڑے عالم حضرت معاذ بن جبل تھے اور وراثت کے سب سے بڑے عالم زید بن ثابت تھے یہ تخصصات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ متخصصین کو اگرچہ مطلق اتحادی بصیرت نہ بھی ہو مخصوص مسائل میں اس اجتہاد میں شامل کیا جاسکتا ہے۔

احداث القول سے اجتناب:

اجتماعی اجتہاد میں یہ بات ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھنی چاہیے کہ کوئی ایسا موقف اختیار نہیں کرنا چاہیے جس کی پیچھے کہیں نظیر ہی نہ ملتی ہو لہذا اگر اجتماعی اجتہاد میں کوئی ایسا نیا قول پیش کرنا لازم آرہا ہو تو ایسے اجتہاد کو قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ اسلاف میں سے کوئی بھی حق کا ادراک نہیں کر سکا حالانکہ حدیث میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ سرکار ﷺ کی امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔

اجتماعی اجتہاد میں خارجی عناصر سے اجتناب:

موجودہ دور میں مجامع فقہ کی کثرت ہے لیکن یہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ جو مجامع حکومت کے تحت کام کرتے ہیں ان پر دباؤ ہوتا ہے بسا اوقات ان سے اپنے فیصلے کے مطابق دلائل لیے جاتے ہیں نہ کہ مسئلہ کی تحقیق کروائی جاتی ہے لہذا ایک اجتماعی اجتہاد جو حکومتوں کی نگرانی میں ہوتا ہے جیسے پاکستان میں اسلامی نظریاتی کونسل ہے تو ایسے اجتہاد کے لیے ضروری ہے کہ خارجی طور پر ان اجتہاد کرنے والوں پر کوئی دباؤ نہ ڈالا جائے۔

"ويجب ايضاان تكون هذه الجماعة حرة في اتخاذ قراراتها ولا تتاثر والضغوط سياسية من قبل الحكومة اوالاحزاب السياسية وغيرها وان يشارك كل في المشاورة متفتح لكل راي مستند الى دليل دون ان يتعصب لراي مخصوص"[17]

لہذا اس اجتماعی اجتہاد میں یہ ضروری ہے کہ فقہاء کی مجلس اپنی قراردادوں کو پاس کرنے میں آزاد ہو حکومت یا کسی دوسری سیاسی جماعت کی طرف سے کوئی سیاسی دباؤ متاثر نہ کر سکے اسی طرح اس مجلس کا ہر رکن اس کو بھی ساتھ متصف ہو کہ کھلے

---

[15] Al-Zarkashī, Muḥammad ibn ʿAbd Allāh, Al-Baḥr al-Muḥīṭ fī Uṣūl al-Fiqh, Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1995 CE, 298
[16] Ibn ʿAbd al-Barr, Yūsuf ibn ʿAbd Allāh, Bahjat al-Majālis wa-Uns al-Majālis, Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1999 CE, 1/145
[17] Al-Sharfī, Al-Ijtihād al-Jamāʿī fī al-Tashrīʿ al-Islāmī, 13

ذہن کے ساتھ اس اجتہادی مشاورت میں شریک ہو جو کہ کسی دلیل کی بنیاد پر قائم ہو نہ کہ کسی مخصوص رائے کے تعصب کے لیے۔

اجتماعی اجتہادات کے محرکات:

یہ بات مسلمہ طور پر فقہاء میں مشہور ہے کہ عرف بدلنے سے مسئلے کی حیثیت بدل جاتی ہے اسی طرح اگر کسی مخصوص مسئلے میں حرج پیدا ہو رہا ہو ، یا عموم بلوی ہو تو بھی مسئلے کی حیثیت بدل جاتی ہے کبھی کبھار کسی مسئلہ سے تنگی پیدا ہوتی ہے اور تنگی کو دور کرنے کے لیے بھی مسئلہ میں ایک دیہات کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح فساد زمانہ بھی اس کے محرکات میں سے ایک اہم محرک ہے چنانچہ امام شامی انہیں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فكثير من الاحكام يختلف باختلاف الزمان لتغير عرف أهله أو حدوث يقينية أو فساد أهله بهيث لو بقى الحكم على ماكان عليه أولا للزم منه المشقة والضرر بالناس ولخالف القواعد الشرعة المبنية على التخفيفتي والسير والسنة والسنة والسنة والسنة الحقيف والسير وعالم احكام"[18]

(بے شمار احکام زمانے کے بدلنے سے بدل جاتے ہیں؛ کیونکہ (وقت گزرنے کے ساتھ) لوگوں کے عرف و رواج بدل جاتے ہیں نئ ضرورتیں جنم لیتی ہیں یا پھر لوگوں کے احوال میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسے میں اگر حکم کو اس کی پرانی حالت پر ہی برقرار رکھا جائے تو اس سے لوگوں کے لیے شدید تنگی اور نقصان لازم آئے گا، اور یہ بات ان شرعی قواعد کے سراسر خلاف ہوگی جن کی بنیاد لوگوں کے لیے آسانی نرمی اور نظام عالم کی بہتری پر رکھی گئی ہے۔)

اسی طرح اگر نص کی دلالت سمجھنے میں تسامح ہوا ہو تو وہاں بھی اس اتحاد کی ضرورت پڑتی ہے جیسے ہر ذمی جزیہ وصول کرتے وقت اس کی اہانت کو واجب سمجھنا۔ اجتماعی اجتہاد کی ضرورت اس وقت بھی ہوتی ہے جب کسی حکم شریک مصلحت تبدیل ہو جائے جیسے مؤلفة القلوب کا حصہ مصلحت کے ختم ہونے کی وجہ سے ساقط کیا گیا۔ اسی طرح اگر زمان و مکان میں ایسی تبدیلی آگئی ہو جس کا زمانہ ثابت میں تصور نہ ہو کہ منصوص احکام پر بھی عمل مشکل ہو جائے تو ایسی صورت میں بھی اجتماعی اجتہاد کی ضرورت ہوگی جیسے قطبین یا چاند پر پہنچ کر نماز ادا کرنے کا مسئلہ ہے۔ کبھی کبھار رفع اختلاف کے لیے بھی اس اتحاد کی ضرورت پڑتی ہے بلکہ تابعین نے صحابہ کے مختلف فیہ مسائل میں یہی طریقہ اختیار کیا جیسے کفن چور کے ہاتھ کاٹنے کے بارے میں کچھ صحابہ کا موقف ہے کہ ہاتھ کاٹا جائے کچھ کہتے ہیں کہ نہیں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ مروان کے زمانے میں یہ مسئلہ دوبارہ پیش آیا تو اس نے اس وقت جو صحابہ حیات تھے ان کو بلایا اور اس مسئلے پر گفتگو کی اور موقف لینا چاہا:

"فلم يبينوا له فيه شيئا"[19]

تو ان صحابہ نے اس حوالے سے کسی حد کی وضاحت نہ فرمائی تب مروان نے اس کفن چور کو تعزیراً کوڑے لگوائے لیکن ہاتھ کاٹنے کی حد جاری نہیں کی۔

---

[18] Al-Sharfī, Al-Ijtihād al-Jamāʿī fī al-Tashrīʿ al-Islāmī, 13
[19] Al-Sarakhsī, Al-Mabsūṭ, 30/312

یاد رہے منصوص مسائل اور عقائد میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہوتی ہاں منصوص مسائل کے انطباق ومصداق میں اجتہاد ہو سکتا ہے اسی طرح ادلہ ظنیہ میں بھی اجتہاد ہو سکتا ہے۔ بالخصوص اجتہاد کا مقام وہ مسائل ہیں جو غیر منصوص ہوں اس کے باوجود ادلہ قطعیہ میں اتحاد ہرگز نہیں کیا جا سکے گا۔ قت یہی ہے کہ جہاں بھی اجتماعی اجتہاد جاری ہے وہیں یہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ اگر وہ گورنمنٹ کے زیر نگرانی ہے تو اس پر گورنمنٹ اثر انداز ہوتی ہے۔

اجتماعی اجتہاد میں ضروری امور:

فقہ النوازل:

جہاں کہیں بھی اجتماعی اجتہاد کیا جارہا ہے وہاں کے اراکین کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ متقدمین کے فقہ الوقائع یا فقہ النوازل اور خصوصی مہارت حاصل کریں۔

- امام ابو اللیث کی فقہ النوازل ہے
- المحیط الرضوی فتاویٰ قاضیخاں کی مذکورہ مباحث سے خاص استفادہ کرے۔

فقہ الاقلیات:

یہ اس طرح اگر جدید ہے اس سے مراد کسی خاص علاقے میں مسلمانوں کا وجود معاشرتی افرادی سطح پر کم ہو تو اس کے احکامات مخصوص ہیں فتاوی رضویہ میں اس کے بہت سارے نظائر موجود ہیں۔

مثلا ہندوؤں سے مسجد کے لیے چندہ قبول کرنا اسی طرح ایسے علاقوں میں زکوۃ کے پیسوں سے مساج تعمیر کرنا۔

فقہ الجمع والفروق:

اصول کے اعتبار سے کون سے مسائل باہم متفق ہیں اور کون سے مسائل باہم مفترق ہیں اس فن میں یہی واضح کیا جاتا ہے اجتماعی اجتہاد کرنے والے افراد کے لیے یہ بہت ہی معاون ہے۔

فقہ الالغاز:

فقہ کی اس نوع میں فقہی پہیلیاں فقہی مکالمات بیان کیے جاتے ہیں جس سے فقیہ کی صلاحیتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

فقہ الحیل:

اس فن میں ایسی تدابیر بیان کی جاتی ہیں جن سے آدمی مختلف مسائل کے پیچیدگیوں سے چھٹکارا حاصل کرتا ہے۔

فقہ الاشباہ والنظائر:

اس فن میں ان فروعات سے بحث کی جاتی ہے جن کے احکام ایک جیسے ہوں ان کو اشبہ کہا جاتا ہے جبکہ وہ مسائل جن میں اصولی مشابہت ہو انہیں نظائر کہتے ہیں۔

فقہ الاحوال:

اس فن میں عرف وعادت کے حوالے سے بحث کی جاتی ہے جب تک ان امور میں پختگی حاصل نہیں ہوگی تب تک اجتماعی اجتہاد کا اصل مقصود حاصل نہیں ہوگا۔اسی طرح تلفیق کے بنیادی ڈھانچے کو سمجھنا اس کی شرائط وضوابط کی پابندی کرتے ہوئے اس کی صرف مخصوص صورتوں میں عملی توجیح پیش کرنا بھی ضروری ہے

پاکستان میں غیر سرکاری سطح پر اجتماعی اجتہاد کی ضرورت:

دنیا بھر میں فقہ کے بہت سے ابواب کے ماہرین مفقود ہیں اسی طرح موجودہ دور میں فقہاء کی بہت زیادہ کمی ہے۔اس وقت فتاوی جات میں 99 فیصد صرف نقل ہی چل رہی ہے بہت سے ایسے مسائل ہیں جن میں مفتیان کرام کو مل بیٹھنا چاہیے بالخصوص پاکستان میں احناف کی تعداد زیادہ ہے لیکن بہت سارے معاملات میں بڑے پیمانے پر بہت سارے مسائل حل کرنا باقی ہیں۔

مثلاً فساد زمانہ کے وقت ظنی احکام میں تبدیلی کی انتہائی ضرورت ہے، جیسے حضرت عمرنے فساد زمانہ کے وقت خواتین کو مساجد میں آنے سے روک دیا حضرت عائشہ نے اس کی تائید کردی کہ فساد زمانہ کی وجہ سے یہ اقدام بالکل درست ہے۔اسی طرح شرابی کی طلاق کے حوالے سے ہمارے مفتیان کرام کو غور وفکر کرنا چاہیے کیونکہ اکثر کتابوں میں شرابی کی وقوع طلاق علت زجر ہے۔

جیسا کہ امام شامی لکھتے ہیں کہ

"لیدخل السکران اَيِ فإنہ في حکم العاقل زجرًا لہ"[20]

کیا یہ زجر آج کے دور میں سود مند ہے اس پر فقہاء کو خوب غوروخوض کرنا ضروری ہے۔پاکستانی معاشرہ کو سامنے رکھتے ہوئے ہمارے دارالافتاء وسیع پیمانے پر غور وفکر کریں کہ یہاں عورت کی دوسری شادی انتہائی مشکل امر ہے جس کی وجہ سے یا تو اس کا دین چلا جاتا ہے یا پھر نسل برباد ہو جاتی ہے جب بربنائے ضرورت 11 مقامات پر وقوع وعدم طلاق کے حوالے سے مذہب غیر پر فتویٰ دیا جاتا ہے تو کیا ان 11 مقامات کے علاوہ ضرورت موجود نہیں ہے؟اصطلاحات طلاق مثلاً ثلاثہ مغلظہ وغیرہ سے لاعلم شخص کی طلاق کے بارے میں بھی غور وفکر کی ضرورت ہے خصوصاً دیانتاً عدم وقوع کے حوالے سے۔

قواعد کی وضاحت میں اجتماعی اجتہاد:

موجودہ دور میں روزے کی حالت میں انجیکشن کے استعمال کے حوالے سے اہلِ علم کے ہاں مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ بعض حضرات ہر قسم کے انجیکشن کو مفطر قرار دیتے ہیں، بعض صرف غذائی انجیکشن کو مفسدِ صوم سمجھتے ہیں، جبکہ بعض دوائی انجیکشن کو روزے کے لیے مضر نہیں سمجھتے۔ حقیقت یہ ہے کہ غیر منصوص جدید صورتوں میں کسی چیز کے جسم میں داخل ہونے، منفذ کے اعتبار، جوف تک پہنچنے، اور غذا یا دوا کے فرق کا مسئلہ اجتہادی نوعیت رکھتا ہے۔ اسی طرح مسامات کے ذریعے کسی چیز کا جذب ہونا اور سوئی کے ذریعے دوا کا جسم میں داخل ہونا دونوں کو بالکل ایک ہی حکم میں رکھ دینا محلِ نظر ہے۔ کچھ عرصہ قبل ایک بزرگ عالم نے بھی اسی طرف توجہ دلائی کہ منافذ کی بحث میں صوری اور حقیقی منفذ کے فرق کو سامنے رکھنا چاہیے، اس لیے مفتیانِ کرام کے لیے مناسب ہے کہ وہ اس مسئلہ پر اصولی، طبی اور فقہی پہلوؤں سے مزید غور کریں۔ عوامی نوعیت

---

[20] Ibn ʿĀbidīn, Muḥammad Amīn, Radd al-Muḥtār ʿalā al-Durr al-Mukhtār, Quetta: Maktabah Rashīdiyyah, 1999 CE, 2/450

کے اہم مسائل میں جب فتاویٰ کا اختلاف بہت نمایاں صورت میں سامنے آتا ہے تو عوام کے ذہنوں میں تشویش پیدا ہوتی ہے، اس لیے ایسے مسائل میں علمی اختلاف کے ساتھ ساتھ عوام کی رہنمائی کا پہلو بھی ملحوظ رہنا چاہیے۔ قاضی اوز جندی سے یہ سوال کیا گیا کہ ایک شخص سے اس کی بیوی نے دھوکے سے طلاق کے الفاظ کہلوا لیے حالانکہ اسے پتہ نہیں تھا کہ ان الفاظ سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے تو فرماتے ہیں کہ میں نے پھر اپنے دوستوں سے اس بارے میں مشورہ کیا ان سب کی آراء میری رائے کے موافق ہوئی اور سب نے یہی کہا کہ ایسی صورت میں طلاق واقع ہونے کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا تا کہ دھوکے کی وجہ سے لوگوں کے مالوں کو باطل ہونے سے محفوظ کر لیا جائے۔

"حكي عن القاضي الامام محمود الاوزجندي رحمه الله تعالى انه سئل عمن لقنته امراته طلا قا فطلقها وهو لم يعلم بذلك قال وقعت هذه المسالة باوجند فقال شاورت اصحابي في ذلك واتفقت ارآءنا انه لا يفتي بوقوع الطلاق صيانة لاموال الناس عن الابطال بنوع تلبيس"[21]

لہذا پاکستانی دارالافتاء میں زیادہ تر طلاق کے فتاویٰ ہی آتے ہیں پھر یہاں کے معاملات عرب شریف کے معاملات سے بہت ہی مختلف ہیں۔ وہاں حق مہر بہت زیادہ ہوتا ہے پھر وہاں تعدد ازواج کی کثرت ہے اس لیے عورت کی دوسری شادی بھی آسان ہے اور حق مہر کی کثرت کی وجہ سے علیحدگی کی زندگی بھی اتنے دشوار نہیں ہے جتنی پاکستان میں ہے۔

طلاق الغضبان کے تین درجات ہیں:

پہلے درجے میں طلاق نہیں ہوتی تیسرے میں بالاتفاق ہو جاتی ہے دوسرا مختلف ہے اس بارے میں مفتی غلام سرور قادری نے ایک رسالہ تحریر کیا اور اس میں انہوں نے اس بات کو دلائل سے ثابت کیا کہ دوسرے درجے کے غصے سے بھی طلاق واقع نہیں ہو گی۔ ایسے تحقیقات پر بھی مستقل طور پر کام ہونا چاہیے۔

طلاق کے مسئلہ پر حالات ناگفتہ بہ ہیں:

ایک طرف عالمی میڈیا نے طلاق کے معاملے پر فلمیں بنانا شروع کر دی ہیں جس سے لوگوں میں بے دینی شروع ہو گئی جبکہ دوسری طرف مفتیان کرام کو اجتہادی اور ظنی مسائل میں بار بار غور و فکر کرنا چاہیے تھا۔

دھاتوں کی زکوۃ کا مسئلہ:

دنیا میں مختلف دھاتیں کرنسی کی قدر حاصل کر چکی ہیں۔ ان پر زکوۃ کا حکم نہ دینا اور کرنسی نوٹوں پر زکوۃ کا حکم دینا دونوں میں تفاوت ہے حالانکہ اصول ایک ہی ہے لہذا ہیروں پر زکوۃ، پلاٹینیم پر زکوۃ کے بارے میں فقہاء کو ثمن عرفی کے تناظر مزید غور کرنے کی ضرورت ہے یہ تجارت کے غرض سے نہ بھی ہوں تب بھی ان کا نما ماننا چاہیے ورنہ اب دنیا کا رجحان جس طرف جارہا ہے ای کارڈ کے ذریعے ادائیگی ہو تو پھر اس صورت میں نظام زکوۃ تعطل کا شکار ہو جائے گا۔ پاکستان میں دار الافتاء کا نظام اگرچہ وسیع ہے لیکن فتاویٰ جات میں بہت زیادہ تفاوت ہوتا ہے جس کی وجہ سے عوام میں ایک طرف تنفر ہے بداعتمادی ہے تو دوسری طرف معاشرے میں ہے اختلاف کا رجحان بڑھ جاتا ہے۔

[21] Al-Anṣārī al-Dihlawī, ʿĀlam ʿAlāʾ, Al-Fatāwā al-Tātārkhāniyyah, Karachi: Qadīmī Kutub Khānah, s.n., 3/190

مثلا ابھی ماہ رمضان میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ مفسدات روزہ کے ضمن میں بے شمار اختلافات ہیں مثلا کوئی کہہ رہا ہے کہ آنکھ میں دوائی ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، کوئی کہتا ہے نہیں ٹوٹتا یہ مسئلہ طب کے ماہرین کی طرف لوٹانا چاہیے جیسا کہ خود کتب فقہ میں بھی اس کی تصریح موجود ہے کہ اس میں منفذ معتبر ہے یا نہیں ہے؟ دیندار ڈاکٹرز حضرات کو جمع کیا جائے پھر ان کے دلائل کو سنا جائے ان کے آپسی دلائل کا محاکمہ بھی کیا جائے اگر منفذ ثابت ہو جائے تو روزے کے فساد کا حکم دیا جائے جیسا کہ علامہ غلام رسول سعیدی اور مفتی ابراہیم سکھروی نے بہترین کام کیا۔

ضرورت کے تحقق میں انتہائی احتیاط:

ضرورت کی وجہ سے بہت سارے احکام میں تبدیلی آجاتی ہے لیکن ضرورت کا تحقق ثابت کرنا ایک مشکل ہے پھر اگر ضرورتوں میں تضاد ہو خلاصی مشکل ہو جاتی ہے۔ حال ہی میں انڈیا میں ایک اجلاس ہوا جس میں مفتی نظام الدین صاحب نے ضرورت کے وقت جمع بین الصلاتین کے جواز کا فتویٰ دیا۔ جیسے پرچے کا نماز کے بعد ختم ہونا ہے، عام بس کا نماز کے لیے نہ رکنا اس جیسے معاملات میں اب ایک طرف تو صورتحال یہ ہے کہ بندہ قضا کرے اور پھر پڑھے اور ایک طرف صورتحال یہ ہے کہ پیشگی پڑھ لے۔

بہت سارے ایسے مسائل ہیں جن کی وجہ سے مختلف دار الافتاء مختلف فتاویٰ جات نکالتے ہیں مثلا فصل کا عشر کس نے دینا ہے مالک نے دینا ہے یا مستاجر نے دینا ہے؟ پھر مستاجر نے کس وقت دینا ہے؟ پہلے مستاجری کی رقم کی نکال لے یا اس سے پہلے دے؟ حالانکہ اس صورت میں مستاجر کو بہت زیادہ پریشانی اٹھانی پڑتی ہے کیونکہ پہلے زمانے میں زمین کی مستاجری اتنی زیادہ نہیں تھی پھر فصل پر اتنا زیادہ خرچہ بھی نہیں کیا جاتا تھا مختلف مہنگے بیج مختلف سپرے پانی کو پیسوں سے مہنگے داموں فروخت کرنا وغیرہ۔ جامعہ نعیمیہ سے کچھ عرصہ پہلے اسی حوالے سے ایک بہترین فتویٰ شائع ہوا لیکن اس سے پہلے سینکڑوں فتاویٰ جات اس کے برعکس نکالے جا چکے تھے۔

پاکستان میں اجتماعی اجتہاد کی ضرورت کے اسباب:

پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے جہاں قانون سازی، معاشرتی نظم وضبط اور دینی رہنمائی میں فقہی آراء اور فتاویٰ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ مگر عصرِ حاضر کے پیچیدہ سماجی، معاشی اور سیاسی مسائل نے یہ حقیقت واضح کر دی ہے کہ انفرادی اجتہاد کے بجائے اجتماعی اجتہاد کی طرف پیش قدمی وقت کی اہم ضرورت بن چکی ہے۔ اجتماعی اجتہاد سے مراد یہ ہے کہ مختلف علوم کے ماہرین، فقہاء، محدثین، اصولیین اور عصری علوم کے ماہرین باہمی مشاورت اور علمی مباحث کے ذریعے کسی مسئلے کا حل تلاش کریں تاکہ شریعت کے مقاصد کے مطابق درست اور جامع رہنمائی فراہم کی جاسکے۔

پاکستان میں اجتماعی اجتہاد کو منظم کرنے کی پہلی اہم وجہ یہ ہے کہ اس سے علمی قوتوں کی نشوونما ہوتی ہے اور اہلِ علم میں فقہی بصیرت پیدا ہوتی ہے۔ جب علماء مختلف مسائل پر باہمی مذاکرہ اور تحقیق کرتے ہیں تو ان کی علمی صلاحیتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اگر علمی مباحث اور اجتماعی غور وفکر کا ماحول نہ ہو تو اہلِ علم کی علمی قوتیں جمود کا شکار ہو جاتی ہیں اور تحقیق واجتہاد کی روح کمزور پڑ جاتی ہے۔ اس لیے اجتماعی اجتہاد علمی ارتقاء کا ایک اہم ذریعہ ہے جو علماء میں تحقیق، تنقید اور استنباط کی صلاحیت کو مضبوط کرتا ہے۔

اسی طرح اجتماعی اجتہاد اختلافات کو کم کرنے اور باہمی ہم آہنگی پیدا کرنے کا مؤثر ذریعہ بھی ہے۔ پاکستان میں مختلف فقہی مکاتبِ فکر موجود ہیں اور بعض اوقات فقہی اختلافات شدت اختیار کر لیتے ہیں۔ اگر علماء مشترکہ علمی فورم پر بیٹھ کر مسائل پر گفتگو کریں تو نہ صرف ایک دوسرے کے دلائل کو بہتر طور پر سمجھ سکیں گے بلکہ باہمی احترام اور برداشت کا ماحول بھی پیدا ہوگا۔ اس طرح اختلافات کی شدت میں کمی آئے گی اور امت کے اندر فکری ہم آہنگی پیدا ہوگی۔

پاکستان میں اجتماعی اجتہاد کی ضرورت اس وجہ سے بھی ہے کہ یہاں بہت سے فتاویٰ ایسے مرتب کیے جاتے ہیں جو موجودہ حالات کے مطابق نہیں ہوتے۔ بسا اوقات کسی مخصوص زمانے یا خاص صورتِ حال کے لیے دیا گیا فتویٰ بعد میں بدلتے ہوئے حالات کے باوجود بغیر تحقیق کے نقل کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح فتویٰ کا اصل مقصد متاثر ہوتا ہے کیونکہ فتویٰ دراصل کسی مسئلے کے شرعی حکم کو موجودہ حالات کے تناظر میں بیان کرنے کا نام ہے۔ جب حالات بدل جائیں تو اسی فتویٰ کو جوں کا توں نقل کر دینا درست نہیں ہوتا۔ اجتماعی اجتہاد کے ذریعے ایسے مسائل پر دوبارہ غور کیا جا سکتا ہے اور جدید حالات کے مطابق شرعی رہنمائی فراہم کی جا سکتی ہے۔

اسی طرح پاکستان میں متعدد دارالافتاء موجود ہیں جہاں فتاویٰ جاری کیے جاتے ہیں، لیکن بعض اوقات یہ دیکھا گیا ہے کہ مختلف ادارے ایک دوسرے کے فتاویٰ کو نقل کر لیتے ہیں اور مستقل تحقیق و اجتہاد کی طرف کم توجہ دی جاتی ہے۔ انٹرنیٹ پر موجود فتاویٰ کے ذخیرے کو دیکھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ بعض اوقات تحقیق کے بجائے نقل پر زیادہ انحصار کیا جاتا ہے۔ اس طرزِ عمل سے اجتہادی صلاحیتیں کمزور پڑ جاتی ہیں اور نئے مسائل کے حل میں دشواری پیش آتی ہے۔ اگر اجتماعی اجتہاد کے باقاعدہ ادارے قائم کیے جائیں تو علماء مشترکہ تحقیق کے ذریعے مسائل کا حل پیش کر سکتے ہیں اور فتاویٰ کے معیار کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔

پاکستان میں اجتماعی اجتہاد کی ضرورت اس لیے بھی ہے کہ عصرِ حاضر میں نئے معاشی اور معاشرتی مسائل تیزی سے پیدا ہو رہے ہیں۔ جدید بینکاری نظام، انشورنس، اسٹاک مارکیٹ، ڈیجیٹل کرنسی، میڈیکل سائنس کے مسائل، اعضا کی پیوند کاری، مصنوعی تولید اور جدید معاہدات جیسے امور ایسے ہیں جن کے بارے میں قدیم فقہی ذخیرہ براہِ راست مکمل رہنمائی فراہم نہیں کرتا بلکہ ان پر اجتہادی غور و فکر کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے پیچیدہ مسائل کا حل اس وقت بہتر طور پر سامنے آتا ہے جب مختلف علوم کے ماہرین مل بیٹھ کر ان کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیں اور شریعت کے اصولوں کی روشنی میں متوازن فیصلہ کریں۔

اجتماعی اجتہاد کی ضرورت اس لیے بھی ہے کہ اس سے قانون سازی کے عمل کو مضبوط بنیادیں فراہم ہوتی ہیں۔ پاکستان میں بہت سے قوانین اسلامی اصولوں کے مطابق مرتب کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، لیکن اگر ان قوانین کی تیاری میں مختلف مکاتبِ فکر کے جید علماء اور ماہرینِ قانون مشترکہ طور پر شرکت کریں تو ایسے قوانین زیادہ قابلِ قبول اور مؤثر ہو سکتے ہیں۔ اجتماعی اجتہاد کے ذریعے قانون سازی میں وہ جامعیت پیدا ہو سکتی ہے جو کسی ایک فرد کی رائے سے ممکن نہیں ہوتی۔

مزید یہ کہ اجتماعی اجتہاد امت کے اجتماعی شعور کو بھی بیدار کرتا ہے۔ جب علماء مشترکہ طور پر مسائل پر غور کرتے ہیں اور اجتماعی فیصلے سامنے آتے ہیں تو عوام میں بھی ان فیصلوں پر اعتماد پیدا ہوتا ہے۔ اس طرح فتاویٰ کے بارے میں پیدا ہونے والے شکوک و شبہات کم ہوتے ہیں اور دینی رہنمائی کو زیادہ وقعت حاصل ہوتی ہے۔

ان تمام حقائق کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ پاکستان میں اجتماعی اجتہاد کا باقاعدہ اور منظم نظام قائم کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اس سے نہ صرف علمی تحقیق کو فروغ ملے گا بلکہ فتاویٰ کے معیار میں بہتری آئے گی، اختلافات میں کمی ہوگی اور امت کو عصری مسائل کے بارے میں واضح اور مستند شرعی رہنمائی میسر آ سکے گی۔ اگر اس سمت میں سنجیدہ کوششیں کی جائیں تو پاکستان علمی و فقہی رہنمائی کا ایک مضبوط مرکز بن سکتا ہے۔

اجتماعی اجتہاد کے منظم کرنے کے ثمرات:

- سنتِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے احیاء اور اس کی عملی تطبیق میں مدد ملے گی۔
- بین الاقوامی سطح پر فقہی بصیرت رکھنے والے مفتیانِ کرام کی تعداد میں اضافہ ہوگا۔
- علمِ فقہ کی ترویج اور اس کے تحقیقی دائرے میں وسعت پیدا ہوگی۔
- شریعتِ اسلامیہ کی عالمگیریت اور اس کی ہمہ گیر رہنمائی نمایاں ہوگی۔
- ادارہ جاتی اجتہاد (Institutional Ijtihad) کی حوصلہ افزائی ہوگی۔
- مفتیانِ کرام کی علمی و تحقیقی صلاحیتوں میں نمایاں اضافہ ہوگا۔
- فقہ النوازل کی بہتر تفہیم پیدا ہوگی اور مفتیان صرف نقل کے بجائے گہری فہم کی طرف متوجہ ہوں گے۔
- سابقہ فقہی قواعد کی تنقیح اور ان کی تطبیق کے نئے پہلو سامنے آئیں گے۔
- مخالفین اسلام کے اعتراضات کا علمی اور مؤثر جواب دینا آسان ہوگا۔
- متجددین کی خام خیالیوں اور غیر علمی نظریات کا مضبوط رد ممکن ہوگا۔
- فقہ اسلامی کی حقیقی علمی حیثیت اور اس کی منظم ساخت بہتر طور پر سمجھ میں آئے گی۔
- فقہ حنفی کی اصولی گہرائی اور وسعت مزید واضح ہوگی۔
- فقہی تحقیق کے لیے نئی جہات اور فکری سمتیں متعین ہوں گی۔
- بالآخر اہلِ علم اور فقہاء کی تعداد میں اضافہ ہوگا، جو علمی روایت کے تسلسل کے لیے ضروری ہے۔

نتائج:

۔ پاکستان میں پیش آنے والے جدید معاشی، سماجی اور قانونی مسائل اجتماعی اجتہاد کے منظم نظام کے متقاضی ہیں۱

۔ دینی مدارس اور علمی اداروں کے درمیان باہمی رابطے کی کمی اجتہادی صلاحیتوں کے مؤثر استعمال میں رکاوٹ بنتی ہے۲

۔ عصری علوم سے ناواقفیت کی وجہ سے بعض جدید مسائل کے بارے میں فقہی آراء محدود رہ جاتی ہیں۳

۔ اجتماعی اجتہاد کے لیے واضح اصولی طریقہ کار نہ ہونے سے اجتہادی عمل غیر منظم رہتا ہے۴

۔ فقہِ مقارن سے استفادہ مختلف مکاتبِ فکر کے درمیان علمی ہم آہنگی پیدا کر سکتا ہے۵

۔ جدید مالیاتی اور قانونی مسائل کے حل کے لیے فقہاء اور عصری ماہرین کا اشتراک ناگزیر ہے۶

۔ تحقیقی مراکز اور ریسرچ سیلز کی عدم موجودگی اجتہادی مسائل کی منظم تحقیق میں رکاوٹ ہے۷

۔ انٹرنیٹ اور جدید ذرائع ابلاغ نے نئے فقہی مسائل کو جنم دیا ہے جن کے لیے اجتماعی غور و فکر ضروری ہے۸

۔ منظم فقہی ادارے کی عدم موجودگی میں انفرادی فتاویٰ میں اختلاف اور انتشار پیدا ہو سکتا ہے۹

۔ بین الاقوامی فقہی اداروں سے علمی روابط اجتہادی تحقیق کو عالمی سطح کے تجربات سے جوڑ سکتے ہیں۱۰

سفارشات:

۔ پاکستان میں اجتماعی اجتہاد کے فروغ کے لیے ایک مرکزی قومی فقہی کونسل یا فقہ اکیڈمی قائم کی جائے[1]

۔ اجتہادی عمل کے لیے ایک متفقہ اصولی ضابطۂ کار مرتب کیا جائے تاکہ تحقیق منظم انداز میں ہو[2]

۔ مدارس اور جامعات کے درمیان علمی تعاون اور مشترکہ تحقیقی منصوبوں کو فروغ دیا جائے[3]

۔ دینی مدارس کے فضلاء کے لیے عصری علوم اور جدید قانونی و معاشی نظام کے تربیتی کورسز شروع کیے جائیں[4]

۔ فقہی تحقیق کے لیے ضلعی اور علاقائی سطح پر تحقیقی مراکز قائم کیے جائیں[5]

۔ اجتماعی اجتہاد کے اداروں کو مالی استحکام دینے کے لیے مستقل وقف فنڈ قائم کیا جائے[6]

۔ فقہی تحقیق اور اجتہادی فیصلوں کو علمی جرائد اور کتب کی صورت میں شائع کیا جائے[7]

۔ بین الاقوامی فقہ اکیڈمیوں اور علمی اداروں کے ساتھ علمی روابط مضبوط کیے جائیں[8]

۔ جدید ٹیکنالوجی اور آن لائن پلیٹ فارمز کے ذریعے فقہی مباحث اور علمی نشستوں کا انعقاد کیا جائے[9]

۔ مختلف مکاتبِ فکر کے علماء کے درمیان مشترکہ علمی مکالمے اور مشاورتی اجلاس باقاعدگی سے منعقد کیے جائیں[10]

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography/کتابیات

* Abū Zahrah, Muḥammad, Imām-e-Aʿẓam, tarjama: Wāris ʿAlī Naʿīmī, Lahore: Shabīr Brothers, 2007 CE, 326
* Al-Anṣārī al-Dihlawī, ʿĀlam ʿAlāʾ, Al-Fatāwā al-Tātārkhāniyyah, Karachi: Qadīmī Kutub Khānah, s.n., 3/190
* Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Beirut: Dār Ṣādir, 1988 CE, Kitāb al-Iʿtiṣām bi-al-Kitāb wa-al-Sunnah, ḥadīth no. 7369
* Al-Dārimī, ʿAbd Allāh ibn ʿAbd al-Raḥmān al-Samarqandī, Sunan al-Dārimī, Lahore: Maktabah Raḥmāniyyah, 1420 AH, Bāb al-Futyā wa-mā fīhi min al-Shiddah, ḥadīth no. 161
* Al-Dārimī, ʿAbd Allāh ibn ʿAbd al-Raḥmān al-Samarqandī, Sunan al-Dārimī, Lahore: Maktabah Raḥmāniyyah, 1420 AH, ḥadīth no. 115
* Al-Muttaqī al-Hindī, ʿAlī ibn Ḥusām al-Dīn, Kanz al-ʿUmmāl fī Sunan al-Aqwāl wa-al-Afʿāl, Beirut: Dār Ibn Ḥazm, 1990 CE, ḥadīth no. 4188
* Al-Rāzī, Fakhr al-Dīn Muḥammad ibn ʿUmar, Al-Maḥṣūl fī ʿIlm al-Uṣūl, Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1409 AH, 195
* Al-Sarakhsī, Al-Mabsūṭ, 30/312
* Al-Sarakhsī, Muḥammad ibn Abī Sahl, Al-Mabsūṭ, Miṣr: Dār al-Fawāʾid, 1999 CE, 9/139
* Al-Sharfī, Al-Ijtihād al-Jamāʿī fī al-Tashrīʿ al-Islāmī, 13
* Al-Sharfī, ʿAbd al-Ḥamīd al-Sūsawah, Al-Ijtihād al-Jamāʿī fī al-Tashrīʿ al-Islāmī, Qatar: Wizārat al-Awqāf, 1998 CE, 46
* Al-Shāṭibī, Ibrāhīm ibn Mūsā, Al-Muwāfaqāt fī Uṣūl al-Sharʿ, Beirut: Dār al-Maʿrifah, 1997 CE, 4/104
* Al-Taftāzānī, Saʿd al-Dīn Masʿūd ibn ʿUmar, Al-Talwīḥ ʿalā al-Tawḍīḥ li-Matn al-Tanqīḥ fī Uṣūl al-Fiqh, Miṣr: Maṭbaʿat Muḥammad ʿAlī Ṣabīḥ wa-Awlādih bi-al-Azhar, 1377 AH, 2/99
* Al-Zarkashī, Muḥammad ibn ʿAbd Allāh, Al-Baḥr al-Muḥīṭ fī Uṣūl al-Fiqh, Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1995 CE, 298
* Al-Zuḥaylī, Wahbah, Al-Ijtihād al-Jamāʿī, Islamabad: Al-Dirāsāt al-Islāmiyyah, 1426 AH, 13

* Bābarī, Zakariyyā, Al-Ijtihād fī al-Sharīʿah al-Islāmiyyah, Riyadh: Dār Ibn Taymiyyah, s.n., 148
* Ibn al-Qayyim, Muḥammad ibn Abī Bakr, Iʿlām al-Muwaqqiʿīn ʿan Rabb al-ʿĀlamīn, Cairo: Al-Maktabah al-Tijāriyyah al-Kubrā, 1955 CE, 1/84
* Ibn Mufliḥ, Muḥammad ibn Muṣliḥ al-Maqdisī, Al-Ādāb al-Sharʿiyyah, Beirut: Muʾassasat al-Risālah, 1999 CE, 1/344
* Ibn ʿAbd al-Barr, Yūsuf ibn ʿAbd Allāh, Bahjat al-Majālis wa-Uns al-Majālis, Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1999 CE, 1/145
* Ibn ʿĀbidīn, Muḥammad Amīn, Radd al-Muḥtār ʿalā al-Durr al-Mukhtār, Quetta: Maktabah Rashīdiyyah, 1999 CE, 2/450

Al-Marjān Research Journal

CERTIFICATE OF PUBLICATION

ACCEPTANCE LETTER

This certifies that the article titled

The need and importance of organizing collective ijtihad in Pakistan: A research and analytical study

penned by

Dr. Muhammad Ahsan Ali

PUBLICATION INFORMATION

VOLUME/ ISSUE	PUBLICATION PERIOD	ACCEPTANCE DATE	ISSN	STATUS
4/1	Jan –Mar (2026)	08 Nov 2025	ISSN (PRINT): 3006-0362 ISSN (ONLINE): 3006-0370	Published & Accepted

Prof. Dr. Muhammad Saad Siddiqui
Editor-in-Chief: Al-Marjān Research Journal

PUBLISHER: Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan (SMC-Private) Limited
Website: https://al-marjan.com.pk | Email: editorialmarjan@gmail.com | Contact: +92 306 6804052